یہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے علاوہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت کے خلاف بھی ہے۔ اور آگ کا نازل ہو کر جلانا مال غنیمت میں تو ثابت ہے، زکاۃ میں نہیں اس لیے امام قرطبیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل پر فرض کردہ زکاۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اخلاص ہے۔ لیکن جمہور علماء مفسرین نے زکاۃ سے وہی صدقہ مراد لیا ہے، جو امت محمدیہ پر فرض ہے۔

﴿ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ ﴾ ثُمَّ حرف عطف تراخی کا معنی دیتا ہے۔ یعنی بنی اسرائیل سے میثاق اور مضبوط عہد و پیمان لینے کے بعد تم نے منہ پھیر لیا۔ التولي کا معنی منہ پھیرنا اور انحراف کرنا ہے۔ قليلًا مستثنیٰ منصوب ہے۔ سیبویہ کے نزدیک مستثنیٰ مفعول سے مشابہت کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور بعض نحاۃ کے نزدیک مستثنیٰ حقیقت میں مفعول ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا معنی استثنيتُ قليلًا مِنكم ہے۔ اعراض سے مستثنیٰ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں۔

﴿ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ جملہ حالیہ ہے۔ اس حال میں کہ تم اعراض کر رہے تھے۔

یہاں التولي اور الإعراض دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ بعض انہیں مترادف سمجھتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ تولي جسمانی اور إعراض قلبی عمل ہے۔ ابن العثیمین کہتے ہیں: التولي میں الإعراض سے زیادہ مبالغہ ہوتا ہے، کیونکہ اعراض کبھی دل سے اور کبھی بدن سے ہوتا ہے۔ اور تولّی والا کبھی ظاہری منہ پھیرنے والا ہوتا ہے، دل سے اعراض نہیں کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن جب دونوں الفاظ اکٹھے آئیں، تو حق کی طرف واپسی کی امید نہیں ہوتی۔

سابقہ کلام میں غائب کا اسلوب استعمال ہوا ہے، لیکن ﴿ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ ﴾ میں خطاب کا صیغہ آیا ہے۔ اسے علم بلاغت میں التفات کہا جاتا ہے۔ یعنی یہاں غائب سے خطاب کے اسلوب کی طرف کلام کو پھیرا گیا۔ التفات کا فائدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بنی اسرائیل کو بھی اس إعراض اور انحراف کے حکم میں شامل کیا گیا ہے؛ کیونکہ یہ لوگ بھی گمراہی اور نافرمانی میں اپنے اسلاف اور آباء واجداد کی تقلید پر فخر کرتے تھے۔ [ملخص از: الطبري، القرطبي، ابن عطية، ابن كثير، الشوكاني، ابن الجوزي، القاسمي، السعدي، ابن العثيمين، بهتوي]

☆ دوسرا ترجمہ ہے: "اور تم لوگ بھی اس میثاق سے منہ پھیر رہے ہو" یہ دورِ نبوت کے اہل کتاب کے کرتوت پر تبصرہ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے مسلمانوں کے لیے تنبیہ ہے، جو واضح احکاماتِ الٰہیہ کو پس پشت ڈال کر عقائد و اعمال میں تحقیق اور اتباع سنت کے بجائے بزرگانِ دین کی تقلیدی تعصب اور فرقہ پرستی پر مطمئن ہیں۔ (ابو محمد)

درس حدیث شریف

خوارج اوران کی تاریخ

ابو محمد عبدالوہاب خان

عن أبي سعيد الخدري ﷺ قال: بعث علي بن أبي طالب ﷺ إلى النبي ﷺ بذهيبة فقسّمها بين الأربعة : الأقرع بن حابس الحنظلي ثم المجاشعي، وعيينة بن بدر الفزاري، وزيد الطائي ثم أحد بني نبهان، وعلقمة بن عُلاثة العامري ثم أحد بني كلاب، فغضبت قريش والأنصار ﷺ قالوا: يعطي صناديدَ أهل نجدٍ ويدَعُنا.

قال ﷺ "إنما أتألّفهم." فأقبل رجلٌ غائرُ العينينِ مشرف الوجنتينِ ناتئ الجبينِ كث اللِّحيةِ محلوقٌ فقال: اتق الله يا محمد! فقال ﷺ :"مَن يطعِ اللهَ إذا عصيتُه، أيأمنُني اللهُ على أهلِ الأرضِ فلا تأمَنُوني؟!" فسأله رجلٌ قتلَه- أحسبه خالدَ بنَ الوليدِ- فمنَعه، فلما ولّى قال ﷺ:

"إنّ مِن ضِئضِئ هذا - أو في عقبِ هذا - قومًا يقرء ونَ القرآنَ لا يجاوزُ حناجرَهم يمرُقون مِن الدين مروقَ السهم مِن الرميةِ، يقتلون أهلَ الإسلام ويدَعونَ أهلَ الأوثانِ، لئِن أنا أدركتُهم لأقتلنَّهم قتلَ عادٍ."

تخریج: [صحيح البخاري ٣٣٤٤ واللفظ له، ٤٣٥١، ٧٤٣٢، صحيح مسلم ١٤٣-١٤٥ (١٠٦٤)، سنن أبي داؤد ٤٧٦٤، سنن النسائي المجتبى ٢٥٧٨، ٤١٠١، الكبرىٰ ٢٣٧٠، ٣٥٥٠، مسند أحمد ١١٠٠٨، ١١٦٤٨، ١١٦٩٥، صحيح ابن حبان ٢٥، مسند أبي يعلى ١١٦٣، مصنف عبدالرزاق ١٨٦٧٦، السنن الكبرى للبيهقي ١٢٩٤٥، ١٣١٨٣، ٢١٦٦٩٤]

ترجمہ: حضرت علی ﷺ نے (یمن سے) سونے کی ڈھلی بھیجی، جسے رسول اللہ ﷺ نے اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن، زید الخیل اور علقمہ بن علاثہ ﷺ میں بانٹ دی، تو قریش اور انصار ﷺ ناراض ہوئے کہ سرداران نجد کو دیا اور ہمیں نہیں دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تو انہیں دین کی طرف مائل کرنا چاہتا ہوں۔"

پھر گہری آنکھوں، موٹے گالوں، ابھری پیشانی، گھنی داڑھی والا سر منڈا ایک شخص آیا اور کہا: "یا محمد اللہ سے ڈر" آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو اس کی اطاعت کون کرے؟! کیا اللہ تعالیٰ مجھے اہل زمین پر امین بناتا ہے اور تم مجھے امین نہیں جانتے؟" ایک شخص نے آپ ﷺ سے اس کے قتل کی اجازت مانگی، (راوی کہتا ہے:) میرا خیال ہے کہ وہ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ تھا، اسے منع فرمایا۔ جب وہ چلا گیا تو ارشاد فرمایا: "یقیناً اس کی نسل سے ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن مجید پڑھیں گے، لیکن ان کے گلے سے نہیں گزرے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے، وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں انہیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح قتل کر دوں گا۔"

شرح: تألیف قلبی کا حصہ پانے والے سردارانِ قبائل درج ذیل ہیں:

{1}: أقرع بن حابس بن عقال التميمي المجاشعي الدارمي رضی اللہ عنہ جاہلیت میں معزز سردار تھا، لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا تھا۔ وفد بن کر آئے تو باہر سے پکارا: "یا محمد!" بعد میں کہا: یقیناً میری تعریف آدمی کے لیے زینت ہے اور میری مذمت عیب۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔" رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو چوم رہے ہیں۔ فتح مکہ مکرمہ، غزوہ حنین اور غزوہ طائف میں شریک ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے امیر بنانے کا مشورہ دیا۔ اسیرانِ بنی العنبر کے لیے سفارش کی۔ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ یمامہ وغیرہ میں شریک ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں خراسان کی طرف ایک لشکر کی قیادت کی، جوزجان میں شکست کھائی۔ جنگ یرموک میں دس بیٹوں سمیت شہید ہوئے۔ [الإصابة في تمييز الصحابة: ۲۳۱ ج ۱ ص ۲۵۲]

{2}: عيينة بن حصن بن حذيفة بن بدر رضی اللہ عنہ دس بھائیوں میں سے باپ کا مطیع ثابت ہو کر سردار بنا۔ قبولیت اسلام کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے بنی العنبر کی طرف جہاد پر بھیجا، تو شبخون مار کر بعض مردوں، خواتین اور بچوں کو قید کر لایا۔ فتح مکہ سے قبل مسلمان ہوئے۔ فتح مکہ، حنین، طائف وغیرہ میں شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: میں بڑے معزز نسلی سرداروں کا بیٹا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: وہ تو حضرت یوسف علیہ السلام بن یعقوب علیہ السلام بن اسحاق علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام تھے۔ عہد صدیقی میں مرتد ہو کر طلیحہ کی بیعت کی، پھر مسلمان ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ خوب مال نہیں دیتے اور انصاف سے تقسیم نہیں کرتے۔ انہیں غصہ آیا تو حر بن قیس رضی اللہ عنہ نے پڑھا: ﴿واعرض عن الجاهلين﴾ [الأعراف ۱۹۹] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سسر بنا۔ اقرع رضی اللہ عنہ اور عیینہ

ﷺ نے زمین کا مطالبہ کیا، حضرت ابوبکر ؓ دینے لگے، تو حضرت عمر ؓ نے کہا: اللہ کے فضل سے اب اسلام کو کسی کی تألیف قلبی کی ضرورت نہیں ہے۔ خلافت عثمانی میں وفات پائی۔[الإصابة ٦١٦٦]

{3}: زيد الخير بن مهلهل بن زيد الطائي ؓ بہادر، سخی، سردار، شاعر اور خطیب تھا۔ خوبرو، طویل القامت تھا۔ عام الوفود میں ہجرت کر آئے اور کہا میں 9 دن چل کر 2 باتیں پوچھنے آیا ہوں: اللہ کے کسی بندے کو پسند اور ناپسند کرنے کی علامت کیا ہے؟ نام پوچھا تو کہا: زيد الخيل آپ ﷺ نے نام بدل کر زيد الخير رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے زمین الاٹ کر کے لکھوا دی۔ واپسی میں قردة مقام پر وفات پائی۔[الإصابة ٢٩٤٨]

{4}: علقمة بن علاثة بن عوف العامري ؓ نے شام میں قیصر روم کے سوال پر نبی کریم ﷺ کی تعریف کی تھی۔ قبولیت اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس سحری کھائی۔ دور صدیقی میں مرتد ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ان کے گھر مجاہد بھیج دیے۔ اہل خانہ نے کہا: اگر علقمہ کافر ہوا ہے، تو ہم کافر نہیں ہیں۔ صدیق ؓ نے کہا: ہم تجھ سے فیصلہ کن جنگ یا ذلت کے ساتھ اسلام کے علاوہ کوئی چیز قبول نہیں کرتے، تو اسلام قبول کیا۔ حضرت عمر ؓ نے شراب کی حد ماری تو مرتد ہو کر قیصر کے پاس گیا، اس نے آؤ بھگت کی۔ پھر واپس لوٹا اور مسلمان ہو گیا۔

آخر آپ ؓ نے اسے حوران کا گورنر بنا کر بھیجا تھا، وہیں وفات پائی۔[الإصابة في تمييز الصحابة ٥٦٩١]

اس حدیث میں اعتراض کرنے والا ذو الخويصرة تميمي ہے۔[بخاري ٦١٦٣، مسلم١٤٨(١٠٦٤)]

نیک نیت اور بدنیت کا فرق: صحابہ کرام ؓ نے اپنی حاجت بیان کی تو رسول اللہ ﷺ نے اس تقسیم کا مقصد بیان فرمایا، جس سے سب کی تسلی ہوئی۔ یہ نیک نیت مخلص لوگوں کا طرز عمل ہے کہ شکایت سامنے بیان کرتے ہیں۔

بدنیت لوگ پیٹھ پیچھے پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ اور اگر کبھی سامنے بولتے بھی ہیں تو جارحانہ لہجہ اختیار کر کے فضا خراب کرتے ہیں اور جواب پر توجہ نہیں دیتے، جس طرح اس بے توفیق شخص نے کیا۔

قتل کی اجازت مانگنے والا کون تھا؟ پہلے حضرت عمر فاروق ؓ نے اس کی گردن مارنے کی اجازت طلب کی، تو آپ ﷺ نے انکار فرمایا۔ جب وہ شخص جانے لگا تو حضرت خالد سیف اللہ ؓ نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی۔[صحيح مسلم١٤٥(١٠٦٤)]

حضرت خالد ؓ نے قتل کی اجازت مانگی تو ارشاد فرمایا: ''لعله أن يكون يصلي'' شاید وہ نماز پڑھتا ہوگا۔

عرض کیا: کتنے نمازی ایسے ہیں جو اپنے منہ سے وہ بات کرتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتا! آپ ﷺ نے فرمایا:

"إني لم أومرْ أن أنقبَ عن قلوبِ الناسِ ولا أشقَّ بطونَهم"'' مجھے لوگوں کے دل کریدنے کا حکم ہے، نہ ان کے پیٹ چیر کر دیکھنے کا۔'' [صحيح البخاري ٤٣٥١]

اس مفہوم کی حدیثوں سے امام مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ وغیرہ نے استدلال کیا ہے کہ تارک نماز کی شرعی سزا قتل ہے۔امام ابوحنیفہؒ نے توبہ کرنے تک قید کا فتوی دیا ہے۔

ظہورِ خوارج کی پیش گوئی: رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کی نسل میں سے بری صفات کے حامل، قرآن پڑھنے والے عبادت گزار لوگ پیدا ہونے کی پیش گوئی فرمائی۔ یہ لوگ فہم قرآن سے عاری ہوں گے، دین سے نکل جائیں گے۔مسلمانوں سے لڑیں گے اور انہیں کافروں سے جہاد کی توفیق نہیں ملے گی۔

یہی لوگ ''خوارج'' ہیں۔اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں قوم عاد اور بعض روایات میں قوم ثمود کی طرح قتل عام کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ایک اور روایت میں ان کی نشانی سر منڈانا بتائی گئی ہے۔[البخاري ٧٥٦٢]

خوارج کی حقیقت شریعت اور تاریخ کی روشنی میں

آج تک عالم اسلام کا سب سے بڑا ''فتنہ'' خارجیت ہے، جو امت کو گروہوں میں بانٹ کر تباہ و برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔'' فتنے'' کا خطرناک پہلو یہ ہے کہ جب رونما ہوتا ہے، تو لوگوں کو شبہ میں ڈالتا ہے؛ راسخ علمائے دین کے سوا کوئی اسے پہچان نہیں سکتا۔اس کی حقیقت عام لوگوں کو انجام دیکھنے کے بعد ہی معلوم ہوتی ہے۔

بے بصیرت لوگوں کو بد ترین انجام دیکھ کر بھی کچھ پتہ نہیں چلتا۔

حضرت حذیفہ بن الیمان ﷜ اور عبداللہ بن مسعود ﷜ کا بیان ہے: ''فتنہ' جب آتا ہے تو لوگوں کو شبہ میں ڈالتا ہے، اور جب ختم ہوتا ہے' تو اس کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔'' لوگوں نے پوچھا: فتنے کی آمد سے کیا مراد ہے؟ کہا: تلوار سونتنا۔اور فتنے کا خاتمہ کیا ہے؟ کہا: تلوار کا میان میں ڈالا جانا۔'' [كتاب الفتن لنعيم بن حماد ٣٤٩]

حضرت علی ﷜ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ''سيخرجُ في آخرِ الزمانِ قومٌ أحداثُ الأسنانِ سفهاءُ الأحلامِ، يقولون مِن خيرِ قولِ البريةِ، يقرءونَ القرآنَ لا يجاوزُ حناجرَهم، يمرقون مِن الدينِ كما يمرقُ السهمُ مِن الرميةِ، فإذا لقيتموهم فاقتلوهم، فإنّ في قتلِهم أجرًا لِمَن قتلَهم عندَ اللهِ يومَ القيامةِ.'' [البخاري ٦٣١١، مسلم ١٠٦٦] زید بن وہب جہنیؒ کہتے ہیں کہ وہ حضرت

علی ﷛ کے ساتھ مل کر خوارج سے لڑنے جارہے تھے، تو حضرت علی ﷛ نے کہا: لوگو! میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے: ''میری امت میں ایک ایسی قوم نکلے گی جو قرآن پڑھیں گے، تمہاری قراءت ان کے مقابلے میں ہیچ ہوگی۔ تمہاری نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلے میں کم ہوں گی۔ تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے ہوں گے۔ وہ قرآن مجید پڑھیں گے اور خیال کریں گے کہ وہ ان کے لیے حجت ہے، حالانکہ وہ ان کے خلاف حجت ہوگا، ان کی ہنسلی سے آگے نہیں گزرے گا۔ وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیز تیر شکار کو چھید کر نکل جاتا ہے۔ اگر ان سے لڑنے والی فوج کو پتہ چلے کہ ان کے لیے ان کے نبی ﷺ کی زبان پر کیا فیصلہ جاری کیا گیا ہے، تو وہ اسی پر ہی نجات کی امید لے کر بیٹھ جائیں۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں سے ایک شخص کا بازو ہوگا کلائی نہیں ہوگی، بازو کا کنارہ پستان کے سرے کی طرح ہوگا، جس پر سفید بال ہوں گے۔'' [صحیح مسلم ١٠٦٦]

عبیداللہ بن ابی رافع ﷛ کہتا ہے کہ خوارج کے ظہور کے وقت وہ حضرت علی ﷛ کے ساتھ تھے، انہوں نے کہا ''لا حکم إلا لله'' (فیصلہ صرف اللہ کا حق ہے) حضرت علی ﷛ نے فرمایا: ''کلمة حق أرید بها الباطل'' (بات حق ہے لیکن ان کا مقصد باطل ہے) بیشک اللہ کے رسول ﷺ نے کچھ لوگوں کی صفات بیان فرمائیں، یقیناً میں ان کی صفات ان لوگوں میں جانتا ہوں۔ وہ اپنی زبانوں سے حق بولتے ہیں، لیکن یہ ان کے حلق سے نہیں گزرتی۔ یہ اللہ کے ہاں مبغوض ترین مخلوق ہیں۔ ان میں ایک کالے شخص کا ایک ہاتھ بکری کے تھن یا پستان کے سرے کی طرح ہے۔'' [مسلم ١٠٦٦]

حضرت ابوذر غفاری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**إن بعدي من أمتي قوم يقرء ون القرآن لا يجاوزُ حلاقيمَهم، يخرجون مِن الدين كما يخرجُ السهمُ مِن الرميةِ ثمّ لا يعودون فيهِ، هم شرُّ الخلقِ والخليقةِ.**'' ''یقیناً میرے بعد میری امت میں ایسی قوم ظاہر ہوگی، جو قرآن مجید پڑھیں گے، لیکن ان کے حلق سے نہیں گزرے گا، وہ دین سے ایسے نکل پڑیں گے جس طرح تیر شکار سے گزر جاتا ہے، پھر وہ اس میں نہیں لوٹ آئیں گے۔ وہ بدترین مخلوق ہیں۔'' [مسلم ١٠٦٧]

یسیر بن عمرو کہتا ہے: میں نے حضرت سہل بن حنیف ﷛ سے پوچھا: کیا آپ نے اللہ کے نبی ﷺ کو خوارج کا ذکر کرتے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''**قومٌ يقرء ون القرآنَ بألسنتِهم لا يَعدُو تراقيَهم، يمرقون مِن الدينِ كما يمرق السهمُ من الرميةِ**'' [البخاري ٦٥٣٥، مسلم ١٦٠٨]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**ينشأ نشءٌ يقرءون القرآن لا يجاوزُ تراقيَهم، كلما خرجَ قرنٌ قطِعَ**" "ایک نسل ابھرے گی جو قرآن مجید پڑھیں گے، مگر ان کی ہنسلی سے نہیں گزرے گا۔ جب بھی ان کی کوئی سینگ نمودار ہوگی کاٹ دی جائے گی۔" [البخاري ۷۵۶۲] "بیس سے زیادہ مرتبہ نکلیں گے، آخر میں دجال ظاہر ہوگا۔" [ابن ماجه ١٧٤ وصححه الألباني]

ابو غالب رحمہ اللہ کہتے ہیں: شام میں ایک گروہ نے بغاوت کی تو انہیں قتل کر کے ایک اندھے کنویں میں پھینک دیا گیا۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ وہاں کھڑا ہو کر رویا پھر کہا: سبحان اللہ! شیطان نے اس قوم کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جہنم کے کتے، جہنم کے کتے۔ آسمان تلے بدترین مقتول، آسمان تلے بدترین مقتول۔ بہترین شہید وہ ہیں جنہیں انہوں نے قتل کیا، بہترین شہید وہ ہیں جنہیں انہوں نے قتل کیا۔ ابو غالب رحمہ اللہ نے کہا: آپ اپنی طرف سے کہتے ہیں یا اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے؟ کہا: پھر تو میں نہایت بے باک ہوں؛ بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک، دو، تین، بلکہ دس بار سنا ہے: "**سيأتي قومٌ يقرءونَ القرآنَ لا يجاوزُ تراقيَهم، يمرقون مِن الإسلامِ كما يمرقُ السهمُ مِن الرميةِ، لا يَعُودون في الإسلامِ حتّى يعودَ السهمُ على فُوْقِهِ، طوبىٰ لمَن قتلَهم أو قتلُوهُ.**" [الترمذي ٣٠٠٠، ابن ماجه ١٧٦، وصححه الألباني]

سعید بن جمہان رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو سلام کیا۔ انہوں نے پوچھا: تمہارے والد کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا: اسے ازارقہ (خوارج) نے قتل کر دیا۔ انہوں نے کہا: اللہ ازارقہ کو ہلاک کرے۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حدیث بیان فرمائی ہے کہ وہ جہنم کے کتے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ وعید خاص ازارقہ کے لیے ہے یا تمام خوارج کے لیے؟ کہا: تمام خوارج کے لیے ہے۔

میں نے عرض کیا: یقیناً حکمران لوگوں پر ظلم کرتے اور انہیں ناحق تنگ کرتے ہیں۔ اس پر انہوں نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر دبوچ لیا، پھر کہا: تو کس قدر قابل رحم ہے! تجھ پر لوگوں کی بڑی جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے، اگر حکمران تیری بات سنتا ہے، تو اس کے گھر جا کر تجھے جو کچھ پتہ ہے اس کی اطلاع دے، اگر تیری بات قبول کرے تو بہتر، ورنہ اسے اپنی حالت پر چھوڑ دے، یقیناً تو اس سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔

[ابن ماجه ١٧٣، أبوداؤد الطيالسي ٨٢٢ وحسنه الألباني]

حکمرانوں کی بات سننے اور ماننے کا حکم

حضرت انس بن مالک ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''اسمعوا وأطيعوا وإن استعمِلَ عليكم عبدٌ حبشيٌّ كأنَّ رأسَه زبيبةٌ.'' [البخاري ٦٩٣] ''سنو اور مانو، اگرچہ تم پر ایک حبشی غلام کو مسلط کیا جائے، جس کا سر کشمش کے دانے جیسا (چرمرا، جھریاں دار) ہو۔''

عبداللہ بن عباس ؓ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''مَن كرِهَ مِن أميرِهِ شيئًا فليصبرْ فإنّه مَن خرجَ مِن السلطانِ شِبرًا ماتَ مِيتةً جاهليةً.'' [البخاري ٧٠٥٣، مسلم ١٨٤٩]

حضرت عبادہ بن الصامت ؓ نے کہا: نبی کریم ﷺ نے ہمیں دعوت دی تو ہم نے ان کے دست مبارک پر بیعت کی: ''چستی وکراہت، تنگی وسہولت بلکہ ہمارے اوپر دوسروں کو ترجیح دینے کے حوصلہ شکن مواقع پر بھی ہم حکمران کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ اولوالامر سے اقتدار چھیننے کی کوشش نہیں کریں گے، سوائے اس صورت کے کہ تمہیں ان سے واضح کفر نظر آئے، جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس ٹھوس دلیل ہو۔'' [البخاري ٥٠٥٦، مسلم ١٧٠٩]

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''السمعُ والطاعةُ عَلَى المرءِ المسلم فيما أحبَّ وكرِهَ ما لَمْ يُؤمرْ بمعصيةٍ، فإذا أمِرَ بمعصيةٍ فلا سمعَ ولا طاعةَ'' [البخاري ٧١٤٤، مسلم ١٨٣٩] ''مسلمان شخص پر سننا اور ماننا فرض ہے خواہ اسے وہ حکم پسند ہو خواہ ناپسند، جب تک اسے گناہ کا حکم نہ دیا جائے، اگر اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو اسے سننا اور ماننا جائز نہیں۔''

زید بن وہب ؒ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''إنّها ستكون بعدي أثرةٌ وأمورٌ تُنكِرونَها، قالوا يا رسولَ اللهِ كيفَ تأمرُ مَن أدركَ ذلكَ مِنّا؟ قال: تؤدونَ الحقَّ الذي عليكمْ وتسألونَ اللهَ الذي لَكمْ.'' [البخاري ٦٣٠٣، مسلم ١٨٤٣]

''یقیناً میرے بعد میرٹ کے خلاف ترجیح اور ناپسندیدہ امور واقع ہوں گے۔'' انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس حالت میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''تم اپنے فرائض ادا کرو، اور اپنے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو۔''

حضرت سلمہ بن یزید جعفی ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اگر ایسے حکمران ہم پر مسلط ہوں جو ہم سے ہمارے فرائض کا مطالبہ کریں اور ہمیں اپنے حقوق سے محروم کریں تو آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ

نے اس سے منہ پھیرلیا، اس نے دوبارہ پوچھا تو منہ پھیرلیا۔ پھر پوچھا تو اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے اسے کھینچ لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسمعُوا وأطيعُوا، فإنّمَا عليهمْ مَا حُمِّلُوا وعليكمْ ما حُمِّلْتُم" [مسلم ١٨٤٦] "سنو اور مانو، یقیناً ان کی ذمہ داری ان پر ہے اور تمہاری ذمہ داری تم پر۔"

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم لوگ شر میں مبتلا تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے خیر لایا، جس سے ہم استفادہ کررہے ہیں۔ کیا اس خیر کے بعد پھر شر واقع ہوگا؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا: وہ کیسے؟ فرمایا: "يكونُ بعدي أئمةٌ لا يهتدونَ بهُدايَ ولا يَستنُّونَ بِسُنَّتِي، وسيقومُ فيهم رجالٌ قلوبُهم قلوبُ الشياطينِ في جُثمانِ إنسٍ" قال: قلت يا رسولَ الله! كيف أصنعُ إن أدركتُ ذلك؟ قال: "تسمعُ وتُطيعُ لِلأميرِ وإن ضربَ ظهرَك وأخذَ مالَك، فاسمع وأطعْ. [مسلم ١٨٤٧] "میرے بعد ایسے حکمران آئیں گے جو میری ہدایت سے رہنمائی نہیں لیں گے، اور میری سنت کو اختیار نہیں کریں گے، اور عنقریب ان میں ایسے لوگ اٹھیں گے جن کے دل شیطانوں کی طرح ہوں گے اور جسم انسانوں کی طرح۔" انہوں نے عرض کیا: اگر میں ایسا زمانہ پاؤں تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تو اپنے امیر کی بات سن اور اطاعت کر، اگرچہ وہ تیری پیٹھ پر مارے اور تیرا مال چھین لے، پھر بھی اس کا حکم سنو اور مانو۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یزید کے دورِ حکومت میں واقعہ حرہ کے وقت عبداللہ بن مطیع کے پاس آئے۔ انہیں تکیہ پیش کیا تو نہیں بیٹھے، بلکہ کہا: میں آپ کو ایک حدیث سنانے آیا ہوں جو میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنی ہے: "مَن خلعَ يدًا مِن طاعةٍ لقِيَ اللهَ يومَ القيامةِ لا حجةَ لهُ، ومَن ماتَ وليسَ في عُنُقِهِ بيعةٌ ماتَ مِيتَةً جاهليةً" [مسلم ١٨٥١] "جس نے حکمران کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا وہ اس حالت میں روزِ قیامت بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوگا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی۔ اور جو شخص اس حالت میں مرجائے کہ اس کی گردن میں بیعت نہ ہو، تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ستكونُ أمراءُ فتَعرِفونَ وتُنكِرونَ، فمَن عرفَ فقد برئَ ومَن أنكرَ سَلِمَ، ولكن مَن رَضِيَ وتابعَ" قالوا: أفلا نُقاتِلُهم؟ قال: "لا، مَا صَلَّوْا" [مسلم ١٨٥٤] "عنقریب ایسے حکمران ہوں گے جن کے کچھ کام اچھے ہوں گے اور کچھ

برے۔ جس نے (اس فرق کو) پہچان لیا وہ (ناحق اطاعت سے) بچ گیا، اور جس نے اسے ٹوکا، وہ سلامت رہا۔ لیکن جو ناحق احکام پر راضی ہوا اور ہر حکم کی اطاعت کی (وہ ہلاک ہوگا۔) انہوں نے عرض کیا: کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ فرمایا: ''نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔''

حضرت عوف بن مالک ؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''خِيَارُ أئمتكم الذينَ تُحِبُّونَهم ويُحِبُّونَكم ويُصَلُّونَ عليكمْ وتُصَلُّونَ عليهم، وشِرارُ أئمَّتِكم الذينَ تُبغِضُونَهم ويُبغِضُونَكم وتلعَنُونَهم ويَلعَنُونَكم'' قيل: يا رسولَ الله! أفلا نُنابِذُهم بالسَّيفِ؟ قالَ: لا مَا أقامُوا فِيكمُ الصلاةَ، وإذا رأيتُم مِن وُلاتِكم شيئًا تكرهونَه فاكرَهُوا عملَه ولا تَنزِعُوا يدًا مِن طاعةٍ.'' [مسلم ۱۸۵۵] ''تمہارے بہتر حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کریں اور وہ تم سے محبت کریں، جو تمہارے لیے رحمت کی دعائیں کریں اور تم ان کے لیے رحمت کی دعائیں مانگیں۔ اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جو تم سے بغض رکھیں اور تم ان سے دشمنی رکھیں، اور تم ان پر لعنت کریں اور وہ تم پر لعنت کریں۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم تلوار لے کر انہیں مقابلے کے لیے نہ للکاریں؟! فرمایا: ''نہیں جب تک وہ تمہیں نماز پڑھاتے رہیں۔ اور جب تم اپنے حکمرانوں سے کوئی برا سلوک دیکھیں تو اس کے کام سے نفرت کرو، لیکن اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچ لو۔''

خوارج کی تعریف:

(۱) بربہاریؒ: جو مسلمان حکمران کی حکومت سے بغاوت کرے وہ خارجی ہے۔ اس نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور شرعی نصوص کی مخالفت کی، وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ [شرح السنة ص ۷٦]

(۲) آجریؒ: خوارج بدتر، نجس و پلید لوگ ہیں، ان کے ہم مذہب لوگ قدیم دور سے تا حال ان کے مذہب پر قائم ہیں۔ وہ حکمرانوں سے بغاوت کرتے اور مسلمانوں کا قتل جائز سمجھتے ہیں۔ [كتاب الشريعة ص ٢٤]

(۳) شہرستانیؒ: جس برحق حکمران پر مسلمانوں کی جماعت نے اتفاق کیا ہو، اس سے بغاوت کرنے والا خارجی ہے۔ خواہ یہ بغاوت صحابہ کرام ؓ کے دور میں ائمہ راشدین ؓ کے خلاف ہوا یا ان کے بعد ان کے نقش قدم کی پیروی کرنے والوں سے لے آج تک کے دور میں۔ [الملل والنحل ۱/۱۰۵]

(۴) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ: خوارج وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو کافر کہا۔ یہ گناہوں پر کفر کا

فتوی لگاتے اور اپنی بدعت کی مخالفت کرنے والوں کو کافر قرار دے کر ان کا خون اور مال حلال سمجھتے ہیں۔
[مجموع الفتاوی ۳/۲۷۹] خوارج کی دو خصوصیات ہیں:

1: سنت نبوی کی مخالفت، اور جو برائی نہیں ہے اسے برائی کہنا اور جو بھلائی نہیں ہے اسے بھلائی کہنا۔ اس نظریے کا بانی ذوالخویصرہ تمیمی تھا، جس نے اللہ کے رسول ﷺ پر اعتراض کیا تھا۔

2: یہ بڑے گناہوں کی بنیاد پر مسلمان کو کافر قرار دیتے ہیں، اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کا خون بہانا اور مال لوٹنا حلال سمجھتے ہیں۔ اور اپنے علاقے کو دارالاسلام اور عام مسلمانوں کے علاقے کو دارالحرب کہتے ہیں۔[مجموع الفتاوی ۱۹/۷۲]

(۵) حافظ ابن حجرؒ: خوارج وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تحکیم کے مسئلے میں اعتراض کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد سے دشمنی کی اور ان پر جنگ مسلط کی۔ جو ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو مطلقا کافر کہتے ہیں وہ غالی خارجی ہیں۔[هدي الساري ص ٤٥٩]

خوارج کے دو فرقے ہیں: (۱) جو مسلم حکمرانوں کو بعض غلطیوں کی بنیاد پر کافر قرار دے کر ان کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ یہ خوارج دین سے نکل جانے والے ہیں۔ احادیث میں انہیں ''جہنم کے کتے'' کہا گیا ہے اور انہیں قتل کرنے کی ترغیب آئی ہے۔

(۲) جو طلب اقتدار کے لیے حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرتے ہیں، لیکن خوارج جیسے باطل عقائد نہیں رکھتے؛ ان کی دو قسمیں ہیں:

[ا]: جو دین اسلام کے مفاد میں حکمرانوں پر ناراض ہو کر ایسا اقدام کرتے ہیں۔

[ب]: جو صرف اقتدار حاصل کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔

امام احمدؒ کہتے ہیں: جو مسلمانوں کے متفقہ حکمران کے خلاف بغاوت کرے، خواہ لوگوں نے اپنی مرضی سے بیعت کی ہو یا اس نے جبراً تسلط حاصل کیا ہو، دونوں صورتوں میں اس کی مخالفت کرنے والا مسلمانوں کے اتفاق کو خراب اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اگر بغاوت پر قائم رہ کر مرے تو جاہلیت کی موت مرے گا۔ حکمران سے جنگ لڑنا اور بغاوت کرنا کسی کے لیے جائز نہیں۔ جس نے ایسا کیا وہ بدعتی ہے، سنت کا مخالف ہے۔[شرح أصول الاعتقاد للالكائي: اعتقاد أحمد بن حنبل ١/١٦١]

امام قرطبیؒ کہتے ہیں: اکثر علماء کے نزدیک ظالم حکمران کی اطاعت پر صبر کرنا اس کے خلاف بغاوت سے بہتر ہے، کیونکہ اس سے بدامنی وخونریزی ہوتی ہے جس کے دوران بیوقوفوں کے ہاتھ کھل جاتے ہیں۔ [تفسير القرطبي ٢/١٠٩]

شیخ الاسلامؒ کہتے ہیں: ازالہ منکر کی غرض سے بغاوت کرنے والے دولحاظ سے غلطی کرتے ہیں:

[ا]: جسے وہ دین کا تقاضا سمجھتے ہیں وہ دین نہیں ہوتا، جیسے خوارج وغیرہ اہل بدعت کے نظریات۔ وہ اپنے غلط عقائد کی بنیاد پر اپنے مخالفین کو کافر کہتے ہیں اور ان سے جنگ کرتے ہیں۔

[ب]: جو سنت نبویہ اور جماعت اہل اسلام کے عقیدے پر قائم رہ کر لڑتے ہیں، جیسے اہل جمل، صفین، حرہ، جماجم وغیرہ، لیکن یہ خیال کرتے ہیں کہ جنگ لڑنے سے مطلوبہ مفادات حاصل ہوجائیں گے۔ لیکن لڑائی سے مطلوبہ فوائد حاصل نہیں ہوتے، بلکہ پہلے سے زیادہ نقصانات ہوتے ہیں۔ آخرکار وہی نتائج حاصل ہوتے ہیں جو شریعت نے پہلے ہی بیان کیے ہیں۔ اس طرح لڑنے والوں میں سے بعض کو ان نصوص شرعیہ کا علم نہیں ہوتا، بعض کے نزدیک وہ ثابت نہیں ہوتے، بعض انہیں منسوخ سمجھتے ہیں، جیسے ابن حزمؒ۔ اور ان میں سے زیادہ تر مجتہد لوگ تأویل کرتے ہیں۔ [منهاج السنة النبوية ٤/٥٣٦]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے ظہور پر فوراً لڑائی نہیں کی، جب تک ان کا دین سے نکل جانا، اہل اسلام کو قتل کرنا اور مشرکین کو چھوڑنا ثابت نہ ہوا۔ [الصارم المسلول ٢/٣٤٧]

امام ابن حجرؒ نے دین کی خاطر اور ظلم کے خلاف غصے میں بغاوت کرنے والوں کو "اہل حق" کہا ہے، جیسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ، اہل مدینہ اور قراء بمقابلہ حجاج۔ جبکہ بعض لوگوں نے خروج (بغاوت) کی بنیاد پر "خوارج" کہا ہے۔ اگرچہ وہ قسم اول کی طرح قابل مذمت نہیں؛ لیکن انہوں نے ایسی احادیث کی مخالفت کی، جن میں حکمرانوں کے ظلم پر صبر کرنے کی تلقین ہے، جب تک ان سے کفر صادر نہ ہو۔ [فتح الباري ١٢/٢٩٨]

سماحۃ الشیخ ابن بازؒ کہتے ہیں: خوارج اور معتزلہ کا دین ہے کہ گناہگار حکمران کے خلاف بغاوت کی جائے۔ [الفتاوى الشرعية في القضايا العصرية:١٤]

شیخ ابن العثیمینؒ کہتے ہیں: بعض بیوقوف کہتے ہیں کہ ہم پر حکمرانوں کی اطاعت لازم نہیں، جب تک وہ مکمل دین پر پوری طرح ثابت قدم نہ ہوں۔ یہی خوارج کی رائے ہے۔ اور یہ تو (خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے

بعد) کسی بھی زمانے میں واقع نہیں ہوا، اب تو معاملات بدل گئے ہیں۔ [شرح ریاض الصالحین ٤/٩٧]

فاسد اعتقاد کے ساتھ بغاوت کی مذمت شدید ترین ہے، اور درست عقیدے کے ساتھ اس کی مذمت نسبتاً ہلکی ہے؛ اس لیے دونوں کی دنیاوی واخروی سزا بھی مختلف ہے۔

خوارج کی تکفیر کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، اگر چہ صحابہ کرام ﷺ سے ان کی عدم تکفیر معروف ہے۔ لیکن صحیح العقیدہ باغیوں کے اسلام میں کوئی شبہ نہیں۔

ان سے جنگ لڑنے کے اسباب بھی مختلف ہیں۔ خوارج سے جنگ دو وجوہات کی بنا پر لڑی جاتی ہے:

ایک: ان کے دین سے خارج ہونے کی وجہ سے۔ **دوسرا**: مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی وجہ سے۔

جبکہ باغیوں سے جنگ ایک معین حکمران کی بغاوت کی وجہ سے لڑی جاتی ہے۔ اسی لیے جنگ سے متعلقہ مسائل بھی دونوں میں مختلف ہیں: قسم اول کے زخمیوں کا علاج نہیں کیا جائے گا، ان کے بھگوڑوں کا پیچھا کیا جائے گا، جیسے کہ کتب فقہ میں درج ہے۔

شیخ الاسلامؒ کہتے ہیں: مسلمان باغیوں سے جنگ کی وجہ ان کی قوت کو توڑنا، انہیں فساد سے روکنا اور مسلم حکمران کی اطاعت پر مجبور کرنا ہے۔ اس لیے جہاں پائیں قتل نہیں کرنا ہے، قوم عاد وثمود کی طرح ختم نہیں کرنا ہے، ان کے مقتول آسمان تلے بدترین مقتول نہیں۔ ان سے مذاکرات وغیرہ کی ناکامی پر آخر کار جنگ کی جائے گی۔ جبکہ خوارج کے دین سے نکل جانے کی وجہ سے ان کی قوت کو بالکل تباہ کرنے اور فساد سے روک کر اطاعت میں داخل کرنے کی خاطر جنگ کی جائے گی۔ اس لیے جہاں پائیں مارے جائیں گے، ان کا پیچھا کیا جائے گا اور انہیں قوم عاد کی طرح ہلاک کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ وجہ ان کے ہر فرد میں ہوتی ہے۔

حضرت علی ﷺ نے شروع میں انہیں قتل نہیں کیا، جب تک انہوں نے ابن خباب کو ناحق قتل کر کے لوگوں کے مویشیوں پر شبخون نہ مارا۔ اس پر ان کا ''اہل اسلام کو قتل کرنا اور کفار کو چھوڑنا'' ثابت ہو گیا۔ اگر اس ثبوت سے قبل انہیں قتل کرتے تو ان کے قبائل غضبناک ہو کر مخالف بن جاتے۔ [الصارم المسلول ٢/٣٤٧]

حضرت علی ﷺ کی سیرت اہل بصرہ وشام کے ساتھ لڑائی میں برادرانہ تھی۔ اور خوارج کے ساتھ جنگ میں مخالفانہ، کیونکہ مانعین زکاۃ اور خوارج کے ساتھ جنگ پر صحابہ کرام ﷺ کا اتفاق تھا۔ جبکہ اہل بصرہ وشام کے ساتھ خانہ جنگی میں صحابہ وتابعین کے درمیان اختلاف تھا۔ [مجموع الفتاوی ٢٨/٥٠٣]

بغاوت سے متعلق اہم مسائل:

پہلا مسئلہ: جو بھی کفر سرزد ہوئے بغیر کسی کو کافر قرار دے کر اس کے خلاف بغاوت جائز سمجھے، وہ خارجی ہے؛ اگرچہ کبائر پر تکفیر نہ کرے۔ جیسے ابتدائی خوارج نے حضرات علی رضی اللہ عنہ ومعاویہ رضی اللہ عنہ کی مصالحت پر آمادگی کی وجہ سے تکفیر کی، جبکہ یہ مستحب عمل تھا، اور اگر اہل اسلام کی جان بچانے کا واحد ذریعہ ہو، تو واجب ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب تک کبائر پر تکفیر نہ کی جائے، مسلم حکمران کے خلاف خروج (بغاوت) قابل مذمت نہیں ہے۔ یہ سنگین غلطی ہے؛ کیونکہ

اولاً: ابتدائی خوارج کا کبائر پر تکفیر کرنا منقول نہیں، جن میں خاص نشانی والا خارجی پایا گیا تھا۔ گناہ کبیرہ پر تکفیر غالی خوارج کا عقیدہ ہے، جو "ازارقة" کے نام سے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ظاہر ہوئے۔

ابن العربیؒ نے کہا: خوارج کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جو اصحاب جمل وصفین اور تحکیم پر راضی ہونے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

(۲) جو امت میں سے ہر مرتکب کبیرہ کو دائمی جہنمی کہتے ہیں۔[عارضة الأحوذي ۹/ ۳۸]

حضرات علی رضی اللہ عنہ ومعاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد غالی خوارج شرک کے علاوہ گناہوں پر تکفیر کرنے لگے، پھر ان کی حکومت بھی قائم ہوئی، تو ان سے عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے بھائی نے، پھر مہلب بن ابی صفرہ نے پھر حجاج بن یوسف نے جنگ کی۔[الدرر السنية للشيخ عبداللطيف ۹/ ۲۲۹]

ثانیاً: خوارج کی مذمت والی احادیث میں "تكفير بالكبائر" کا ذکر نہیں۔ پھر اس عقیدے کو ان کی مذمت کی شرط کیسے قرار دیا جا سکے گا؟!

ثالثاً: خوارج کے فرقے تکفیر بالکبائر پر متفق نہیں۔ ان میں سے فرقہ نجدات تکفیر بالکبائر کے قائل نہیں۔[مقالات الإسلاميين لأبي الحسن الأشعري ۱/ ۱۷۰]

یہ نجدہ بن عامر حنفی کے مقلد ہیں، جنہوں نے ۶۵ھ کو یمامہ میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے بغاوت کی۔ انہیں بعد میں اسد القسری نے عبدالملک بن مروان کی خلافت میں ختم کر دیا تھا۔